اسلام میں ــــــــــــ:

''موت وحیات کا فلسفہ''

سید شاہد جمال رضوی نجف گوپالپوری

''ہم نے کائنات کا جہاں تک مطالعہ کیا اور جس قدر دنیا کے خشک وتر گوشے کو دیکھا از آدم تا ایں دم ایک عجیب مشاہدہ سامنے آیا کہ ہر شخص اپنے وجود خاکی میں رمق حیات لے کر مادی عالم کی خوبصورتی و دلکشی میں گم، عجائبات کائنات سے لطف اندوز ہو رہا ہے آنکھیں محو حیرت ہیں خود اس کا دنیا میں وجود بھی حرکت میں ہے دل میں دھڑکن ہے، اعضاء وجوارح میں گرم خون کی آمیزش ہے اور اس طرح وہ اپنی کشتی حیات تجربات کے سمندر میں بڑھائے جا رہا ہے ــــــ آخرش ایک منزل ایسی وجود خاکی کی ہمیں بالکل برعکس نظر آئی۔ ہم نے دیکھا کہ اس کی وہی آنکھیں جو کچھ برس پہلے محو حیرت تھیں اب خاموش ہیں، وہی حرکت خیز وجود مکمل سکون وخاموشی کی آماجگاہ بنا ہوا ہے، دل وہی ہے مگر دھڑکن سے بے نیاز ہے۔ تمام اعضاء وجوارح وہی ہیں مگر گرم خون کی آمیزش نہیں !!! پورا وجود سرد بالکل سرد پڑا ہوا ہے۔

تفتیشی فکر نے حل تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ کل تک جو وجود زندگی سے تعبیر ہو رہا تھا اور زندہ کہلا رہا تھا آج موت سے ہمکنار مردہ کہلا رہا ہے، اس منزل پر آکر موت نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا ہے اور حیات فانی ساتھ چھوڑ کر رخصت ہوگئی ہے ــــــ'' مجھے بہت تعجب ہوا کہ زندگی اور موت اسی کو کہتے ہیں'' ــــــ؟؟''

اگر مادی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو جب تک دل کام کرتا رہے، اعضاء وجوارح میں خون کی گردش ہو اور جسم خاکی میں حس وحرکت کا سلسلہ باقی رہے تو کہا جاتا ہے کہ انسان زندہ ہے لیکن جیسے ہی یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے تو یہی چیزیں اس کی موت اور عدم حیات کی قطعی

وبقینی دلیل بن جاتی ہیں۔

مگر دین اسلام کا غائر انہ مطالعہ کیجئے گا تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس میں موت وحیات کا فلسفہ دنیاوی اور مادی زاویہ ونگاہ سے بہت مختلف ہے اس میں بعض ایسے افراد ہیں جو طبیعاتی اعتبار سے تو زندہ ہیں مگر حقیقتاً ان کا شمار مردوں میں ہوتا ہے ——— اسکے علاوہ کچھ ایسے بھی ہیں جو ظاہراً تو مردوں کی فہرست میں ہیں۔ مگر اصلاً وہ زندہ جاوید ہیں ان کے نام نامی، شخصیت وکردار، اور امتیازات وخصوصیات بنی نوع بشر کے سطح ذہن پر ابھرتے رہتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ان کی حیات کے نقوش بلکہ موت کی آغوش میں ابدی نیند کا طریقہ بھی قرطاس ذہن پر ابھرتا رہتا ہے۔

یہ طبعی اور معنوی دونوں زاویہ نگاہ کے اختلاف وافتراق کی ایک خاص وجہ ہے چونکہ مادی اعتبار سے صرف حرکت وجود کو حیات تسلیم کیا گیا ہے چاہے اس میں ذرا بھی اچھائی ہو یا نہ ہو ——— لیکن معنوی اعتبار سے اسلام اور قوانین اسلام کا نظریہ اس سے مختلف ہے اس لئے کہ اس میں انسانی زندگی اور اس کی شخصیت روحانی اقدار پر منحصر ہے یعنی وجود اگر فائدہ مند ہے تو حیات اور بے فائدہ ہے تو عدم حیات یعنی موت ہے۔

اصل حیات ———:

کسی مذہب وملت سے تمسک اختیار کرنا اصل زندگی کی پہلی پہچان ہے۔ اگر کوئی شخص بے دینی اور لامذہبیت کی زندگی گذار رہا ہے تو اسے مردہ تصور کیا جاتا ہے اس لئے کہ نہ اس کی کوئی روش ہوتی ہے اور نہ اس کا اندازہ واسلوب ہی ایسا ہوتا ہے جو زندگی وحیات میں ایک مستقل راہ کا تعین کر سکے، اس کی زندگی بدنظمی کا شکار ہوکر اصل حیات سے منحرف ہوجاتی ہے۔

''قرآن مجید اس سلسلے میں واضح نشاندہی کرتا ہے۔ اے ایمان لانے والو! خدا اور اس کے رسول کی دعوت کو قبول کرو، کیونکہ وہ ایسی چیز کی طرف دعوت دیتا ہے جو تمہیں زندگی دیتی ہے۔'' یاایها الذین آمنوا استجیبوا لله وللرّسول اذا دعاکم لما یحییکم

------سورۂ انفال ۲۴ پ۹''

مذکورہ بالا آیت صراحتاً یہ بیان کررہی ہے کہ مذہب اسلام در اصل زندگی وحیات کی طرف دعوت دیتا ہے ، روحانی حیات ، مادی حیات ، ثقافتی حیات' اقتصادی حیات، سیاسی حیات، اور اپنے حقیقی وواقعی مفہوم کے ساتھ اخلاقی حیات، اجتماعی حیات--- اسلام کی ہر دعوت ہر اعتبار اور ہر لحاظ سے مکمل طور پر حیات اور زندگی کی ایک دعوت ہے، اس مقام پر اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اسلام کا ہدف اصلی اور مذہب کا واقعی مقصد کیا ہے تو اس کا جواب بہت آسانی سے دیا جاسکتا ہے کہ اس کا ہدف ومقصد تمام جہات زندگی میں رمق حیات عطا کرنا ہے اسلام کی دعوت زندگی کے ہر موڑ پر ہر پہلو میں حیات کا پتہ دیتی ہے------تو کیا اس تناظر میں طلوع اسلام اور نزول قرآن سے پہلے لوگ مردہ تھے۔ ان کی زندگی کیا حقیقی معنوں میں زندگی نہیں تھی----؟؟ یقیناً وہ لوگ اس حیات وزندگی سے محروم تھے جو قرآن اور اسلام عطا کرنا چاہتا ہے------ آپ اہل عرب کی تاریخ حیات اٹھائیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ ان کی روش زندگی واقعی قابل تعریف نہیں تھی۔ ہاں قابل مذمت ضرور تھی۔ ان کے یہاں قرآن کی وہ حیات آفرینی نصیب نہیں تھی جو باعث فخر ومباہات ہو لیکن باعث شرم اور ڈوب مرنے کا مقام ضرور تھا۔ کیا اپنی لخت جگر کو زندہ درگور کردینا زندگی ہے ۔؟ نہیں۔ بلکہ انسانیت کی واقعی موت کی دستک ہے اسے زندگی کہنا ہی زندگی کی توہین ہے۔ کیا جنگ وقتال ،قتل وخونریزی پر اپنی بیش بہا زندگی کو نچھاور کردینا حیات ہے۔؟ نہیں بلکہ حیات کے نام پر حیات کا خون کرنا ہے۔

زمانۂ جاہلیت کے لوگ اگر چہ مادی اور حیوانی زندگی کے حامل تھے ۔لیکن انسانی اور عقلی زندگی سے کوسوں دور تھے ایسے میں جب قرآن جیسی مقدس کتاب آئی اور اسلام جیسا محترم دین کامل آیا اور جب انھوں نے حیات وزندگی کی دعوت دی تب کہیں جا کر انکی اصل حیات کا آغاز ہوا۔

حیات کی رعنائیوں کے لئے دعوت اسلام اور دعوت قرآن سب سے پہلی پہچان ہے مگر ایسا نہیں ہے کہ حیات کے تمام جہات صرف دعوت اسلام قبول کر لینے سے حاصل ہوجاتے

ہیں بلکہ اسلام کے چند اصول وقوانین ہیں جن پر عمل پیرا ہونا ہی زندگی سے بھرپور حیات کی نشاندہی ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین فرماتے ہیں۔ اعمال بجالاؤ جبکہ تم زندگی کی فراخی اور وسعت میں ہو، تمہارے اعمال نامے کھلے ہوئے ہیں اور دامن توبہ پھیلا ہوا ہے۔------ فاعملوا وانتم فی نفس البقاء والصحف منشوره والتوبه مبسوطة-- نہج البلاغہ حصہ دوم خطبات ۲۳۷۔ ممکن ہے زندگی کے کسی موڑ پر گناہوں کی وجہ سے لغزش آجائے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان بالکل مایوسی کی چادر اوڑھکر خاموش بیٹھا رہے انہیں اس کے لئے اصل حیات حاصل کرنے کے لئے خدا کی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس کی رحمت سے گنہگاروں کو امید ویقین دلائی جارہی ہے قبل اس کے کہ عمل کی روشنی گل ہوجائے اور مہلت ہاتھ سے جاتی رہے۔ عرصۂ حیات تنگ ہوجائے نیز سنہرہ موقعہ بنکر توبہ واستغفار کا دروازہ کھلا رہتا ہے اسے بند نہ ہونے دے------ والمسئ یرجی قبل ان یخمد العمل وینقطع المهل وینقضی الاجل ، بسدّباب التوبة۔------ خطبہ ۲۳۷

گویازندگی کی شاہراہ میں اصول وضوابط پر عمل پیرا ہونا سرفہرست ہے چونکہ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ زندگی کے کسی مرحلے پر عدم حیات کا تصور ذہن انسانی میں نہ ابھرے۔ اسی لئے اس نے اصول کے طور پر اعمال وعبادات کا نفاذ کیا تاکہ حیات کے متمنی اس دائرے میں داخل ہوکر مقصد سے ہمکنار ہوتے رہیں۔ لیکن کچھ لوگ ان اعمال وعبادات کے سلسلے میں غلو کے شکار ہوگئے۔ اور انھوں نے قوانین اسلام سے ہٹ کر اپنے سطحی ذہن کے اعتبار سے عمل کرنے اور پرکھنے کی کوشش کی، نتیجہ ظاہر ہے سنور نے کے بجائے مزید بگڑنے لگے۔

ایک مرتبہ امیر المومنین اپنے ایک صحابی ''علاء الدین زیاد حارثی'' کے یہاں عیادت ومزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے مولا نے چند نصائح کئے جس میں امور دنیا کو موضوع بنایا اور زندگی گذارنے کے سلیقے بھی بتائے۔ آخر میں علاء ابن زیاد حارثی نے کہا یا امیر المومنین !

مجھے اپنے بھائی عاصم بن زیاد کی آپ سے شکایت کرنا ہے۔ حضرت نے پوچھا کیوں اسے کیا ہوگیا ہے؟ علاء نے بہت تاسف سے کہا۔ اس نے بالوں کی چادر اوڑھ لی ہے۔ اور زندگی سے بالکل بے لگاؤ ہوگیا ہے۔ تو حضرت نے کہا اسے میرے پاس لاؤ۔ وہ آیا تو آپ نے فرمایا۔ اے اپنی جان کے دشمن تمہیں شیطان خبیث نے بھڑکادیا ہے۔ تمہیں اپنی آل و اولاد پر ترس نہیں آتا۔ اور کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال کیا ہے اگر تم انھیں کھاؤ یا برتو گے تو اسے ناگوار گذرے گا۔ تم اللہ کی نگاہ میں اس سے کہیں زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمہارے لئے یہ چاہے ——— نہج البلاغہ حصہ دوم خطبہ ۲۰۷''

مذکورہ خطبہ میں میں مولا نے اصول حیات کی نشاندہی بڑے اچھے انداز میں کی ہے۔ اصل میں زمانہ قدیم کے کچھ لوگ جو رہبانیت پرست ہوتے تھے۔ وہ اعمال وعبادات کے متعلق بڑا عجیب نظریہ رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ لوگ زہد و استغراق میں زندگی بسر کرنے کے لئے شہروں اور بستیوں سے نکل کر جنگلوں ، پہاڑوں ، اور غاروں میں باقاعدہ سکونت اختیار کر کے بخیال خود اللہ سے لولگانے کا باطل مفروضہ رکھتے تھے۔ اگر کسی راہ گیر کی نگاہ پڑگئی تو وہ لوگ اپنا بچا کچا کچے سازوسامان دے دیتے تھے جسے کھا کر وہ پھر سے اپنی ذات میں گم ہوجاتے تھے۔

حالانکہ زندگی اور اصل حیات اسے نہیں کہتے کیونکہ اسلام کا اعتدال پسندانہ مزاج اس طرح کی خانقاہی زندگی سے سازگار نہیں ہے۔ وہ روحانی ترقی کے لئے دنیاوی نعمتوں اور سعادتوں سے ہاتھ اٹھالینے کی تعلیم نہیں دیتا۔ اور نہ اس چیز کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ مسلمان گویا اور دیگر آسائش حیات چھوڑ کر ، ہم جنسوں سے علٰحدہ ہوکر تنہائی اور روپوشی کی زندگی بسر کریں ، اور صرف عبادت میں لگے رہیں۔ اسلام میں عبادت کا مفہوم صرف چند اعمال تک محدود نہیں بلکہ اسلام نے جائز اور حلال ذریعہ معاش سے روزی کی تلاش اور باہمی سکون وہمدردی اور تعاون کو بھی عبادت کا ایک اہم جز قرار دیا ہے۔ اگر انسان دنیوی حقوق وفرائض کو فراموش کردے، اہل وعیال کی ذمہ داریوں سے بے نیاز ہوجائے ''کسب معاش کی فکر سے مستغنی ہوجائے تو حقیقت یہ ہے کہ وہ

مقصد حیات کو پورا کرنے کے بجائے اپنی زندگی برباد کر رہا ہے۔

ظاہر ہے اگر خدائے لاشریک کو صرف گوشہ نشین عبادت گذار پسند ہوتے تو دنیا کو آباد کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ صرف عبادت کے لئے فرشتوں کا معتبر جھنڈ کافی تھا۔ انسانوں کو بھیجنے کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ وہ تمام جہات حیات کو سامنے رکھ کر اصل اور حقیقی زندگی بسر کریں۔ معاشرتی ہجوم میں گھرے رہ کر وحدہ لاشریک کو یاد رکھنا اور ہی مزہ رکھتا ہے۔"

مردہ زندگی

حقیقت یہ ہے کہ زندگی اور حیات خدا کی عطا کردہ ایک بہترین نعمت ہے اس کا واقعی احساس وادراک انتہائی شاداب اور لطیف ترین ہے لیکن انھیں کے لئے جو حقیقی طور پر درک اور محسو س کرنے کی صلاحیت سے مالامال ہیں۔ وہ تو زندگی کے حرف اول سے بھی واقف نہیں جو اس کے مقاصد سے بے نیاز ہو کر گذر بسر کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں ایسا شخص زندہ نہیں بلکہ زندگی کے نام سے چلتی پھرتی ایک متحرک لاش ہے جس کا کوئی مصرف نہیں اور نہ ہی کوئی فائدہ------

ایک شخص ظاہری طور پر باحیات ہے لیکن وہ نفسانی خواہشات میں مست ومگن ہو چکا ہے کسی منادی حق کی آواز اس کے آلہ سماعت میں نہیں ٹھہرتی، اس کی زندگی فقط لطف اندوزی کا محور ہے۔ نہ تو وہ کسی مظلوم کی فریاد رسی کرتا ہے۔ اور نہ ہی کسی بے نوا کے چہرے کی طرف دیکھنا گوارا کرتا ہے۔ اور نہ ہی عالم ہستی میں خدا کے نشانات وآیات پر غور کرتا ہے۔ حتی کہ اپنے ماضی ومستقبل پر بھی ایک لحظہ کے لئے نہیں سوچتا ہے کہ ہم کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جائیں گے۔ ایسے شخص کی زندگی کو اسلام زندگی نہیں موت سے تعبیر کرتا ہے۔

چنانچہ قرآن آواز دے رہا ہے۔ اے پیغمبر تم نہ تو اپنی باتیں، اسلام کے اصول وقوانین ان مردوں کے کانوں تک پہونچا سکتے ہو۔ اور نہ ہی ان بہروں کو بلا سکتے ہو۔ جب وہ منہ پھیر کر پیچھے کی طرف لوٹ جائیں۔ انک لاتسمع الموتی ولاتسمع الصم الدعا اذا ولوا مدبرین ------سورہ نمل ۸۰۔پ ۲۰

خدا قرآن میں پیغمبر کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہے کہ اے پیغمبر! تمہارے مخاطب تو زندہ لوگ ہیں۔ جن میں زندہ بیدار اور حق طلب روح پائی جاتی ہے۔ جن میں معاشرتی زندگی کو بحسن وخوبی اور بے داغ بسر کرنے کی امنگ پائی جاتی ہے۔ جن میں ظالم کے خلاف احتجاج کی صلاحیت اور مظلوم و بے کس کے لئے ہمدردی کا جذبہ ہوتا ہے۔ ------تم تو ایسے لوگوں کو مخاطب کررہے ہو جو زندہ نما مردہ ہیں جن کے اندر رمق حیات تو ہے مگر باعث سکون واطمینان نہیں، تعصب، ضد اور گناہوں پر اصرار نے ان سے ان کی سوچ اور فہم وفراست کو پوری طرح سلب کرلیا ہے جن کے دائرہ میں آ کر انہوں نے اپنی حیات کو موت کی وادی میں داخل کرلیا۔

قرآن مجید کہتا ہے ''اور نہ تم اندھوں کو گمراہی سے نجات دے سکتے ہو''------

ولاانت تهدی العمی عن ضللتهم---سورہ نمل ۔۸۱ پ ۲۰

اے پیغمبر! ان کے آنکھوں کی حیات آفرینی و بصارت رخصت ہوچکی ہے۔ جس طرح مردے نہ کسی کی آواز سنتے ہیں اور نہ ہی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ویسے ہی یہ ہیں۔ آیا ایسے لوگوں کو تم نجات کی طرف دعوت دے رہے ہو؟ تمہارا دعوت دینا ایسے لوگوں کے لئے بیکار ہے ان کے ضمیر مردہ ہوچکے ہیں ان کو ان کے ناگفتہ بہ حال پر چھوڑ دو،

ان بے ضمیر لوگوں کے حال کی توضیح میں مولائے متقیان نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں۔ عالم ہستی میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک مبغوض اور بدترین خلائق دوطرح کے ہیں۔ ان ابغض الخلائق الی الله رجلان------ ایک وہ شخص جسے پروردگار عالم نے اسی کے حال پر چھوڑ دیا ہے اور وہ درمیانی راستہ سے ہٹ گیا ہے صرف بدعت کا دلدادہ ہے اور گمراہی کی دعوت پر فریفتہ ہے۔ رجل وکله الله الی نفسه فهو حائر قصد السبيل، مشغوف لكلام بدعة ودعاء ضلالة ------ دوسرے وہ جس نے جہالتوں کو سمیٹ لیا ہے اور نہیں کے سہارے جاہلوں کے درمیان دوڑ لگارہا ہے۔ فتنوں کی تاریکیوں میں دوڑ رہا ہے اور امن وصلح کے فوائد سے یکسر غافل ہے۔ ورجل قمش جهلا موضع فی جهال

الامّة عادفی اغاش الفتنه عم بما فی عقد لهدانه ـــــ" نہج البلاغہ حصہ اول خطبہ ۱۷"

چونکہ جاہل انسان کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ خدا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دے اور وہ جو چاہیں کریں ان پر کسی قسم کی پابندی نہ ہو۔ حالانکہ درحقیقت یہ بدترین عذاب الٰہی ہے۔ اگر خدا کسی کے ساتھ ایسے اقدام کا ارادہ رکھتا ہے تو گویا اس نے ان کیلئے ان کی حیات ہی میں ایک بدترین عذاب کا انتخاب کردیا ہے ایسے میں وہ اپنی زندگی میں وہ مقام ومنزل نہیں پاسکتے جو انھیں ملنا چاہئے ۔ اصلاً انسان کی فلاح وبہبود اسی میں پوشیدہ ہے کہ انہیں مالک اپنے ہی رحم وکرم کے سایہ میں رکھے ورنہ اگر اس نے توفیقات کو سلب کرکے انسان کو اس کے حال پر چھوڑ دیا تو لمحوں میں فرعون" قارون، یزید، حجاج، ومتوکل کچھ بھی بن سکتا ہے جو زندگی بھر جیتے جی موت سے ہمکنار تھے، اس لئے کہ خدا نے انھیں زندگی ہی میں عجیب عذاب میں مقید رکھا۔

حیات بعد از موت ـــــــ

یہ بات حق وصداقت پر مبنی ہے کہ ہر انسان ایک نہ ایک دن ساحل مرگ سے ہمکنار ہوگا اس لئے خداوندعالم نے اپنی ابد آثار کتاب قرآن مجید میں بہت واضح انداز میں ذہن انسانی کو متوجہ کیا ہے ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔کلُّ نفس ذائقة الموت۔سورہ آل عمران ۱۸۵

اگر چہ کائنات فنا میں بہت سے ایسے افراد ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ ان کے دماغ سے موت اور فنا کا تصور رفع ہوجائے مگر یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اگر ہم اسے فراموش بھی کردیں، موت کے وحشتناک تصور سے چھٹکارا بھی پالیں تب بھی وہ ہمیں نہیں بھلائے گی۔ اس دنیا کی زندگی آخر کار ختم ہونا ہی ہے۔ اور پھر مجبوراً ہی سہی اس جہاں سے رخت سفر باندھنا پڑے گا۔

اس دنیا سے جانے والوں میں دوقسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ جو بہت خاموشی سے کوچ کرجاتے ہیں، ان کی موت کچھ عرصہ بعد نہ کسی کو یادرہتی ہے اور نہ اس کی شخصیت ہی ذہن میں محفوظ رہتی اس لئے کہ اس نے اپنی چند روزہ حیات کو اس حسن وخوبی سے بسر نہیں کیا کہ اس کے نقوش سطح ذہن پر اس کی موت کے بعد ابھرتے اور پھیلتے۔ اس نے زندگی

برائے زندگی گذاری اور چلا گیا۔

لیکن قابل صد تعریف ہیں ایسے لوگ جو مرنے کے بعد بھی اپنی زندگی کے ایسے آثار چھوڑ گئے جو آج تک دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے نادر افکار اور بتائے ہوئے راستے دنیا والوں کے لئے اسوہ ،نمونہ، اور بہترین راہنمائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تاریخ عالم وآدم کا بنظر غائر مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بہت سی نامور اور بے مثل ونظیر شخصیتیں آئیں اور اپنی زندگی کے نقوش قائم کر گئیں جن کی وجہ سے وہ پس مرگ بھی زندہ ہیں۔ ان میں کوئی اپنی عدالت کی وجہ سے زندہ ہے تو کوئی اپنی سخاوت وبخشش کی وجہ سے کائنات حیات کے افق پر چھایا ہوا ہے------ آپ نوشیروان عادل کی سوانح حیات اٹھائیں تو آپ کو مادی تاریخ نویسوں کے قلم کا عادل شخص نوشیرواں نظر آئے گا اگر چہ وہ افسانوی دنیا کی شہرت خیز عدالت کا مثالی کردار ہے مگر چونکہ اس نے اپنی عدالت کا سکہ اپنی حیات میں جمایا تھا۔ لہٰذا تاریخی خاکوں میں آج بھی زندہ ہے۔ اور اس کی موت کے ہزاروں برس بعد بھی اس کی عدالت کا چرچہ زبان زد خاص وعام ہے چنانچہ شیخ سعدی کہتے ہیں۔

زندہ است نام فرخ نوشیروان بعدل
گرچہ بسے گذشت کہ نوشیروان نماند

گلستان سعدی

یہی حال حاتم طائی کی سخاوت وبخشش کا ہے۔ اس نے اپنی حیات میں حقوق الناس کا خیال کرتے ہوئے اپنے وجود سے چند لوگوں کو خوش وخرم رکھا اور اپنی حیات کو مفید بناتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوا لہٰذا اس کی یاد آج بھی اسی طرح تروتازہ ہے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید نے حیات بعد از موت کا جو فلسفہ پیش کیا ہے وہ دنیاوی نقطۂ نگاہ سے مختلف ہے چنانچہ خدائے لاشریک حیات بعد از موت کا عظیم اور بہترین نمونہ پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ یہ گمان ہرگز نہ کیجئے گا کہ جو لوگ راہ خدا میں مارے گئے ہیں وہ

مردہ ہیں۔ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً ——— بلکہ وہ زندہ ہیں اور ان کی زندگی اور حیات کی سب سے عمدہ دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں۔ بل احیاء عند ربھم یرزقون۔(آل عمران ۱۶۹۔)

عام طور سے رزق کا جو مفہوم شہرت یافتہ ہے وہ یہ کہ مرزوق وہی ہوگا جس کے جسم میں رمق حیات ہوگی اور جو لوگ زندگی کی شاہراؤں پر محو سفر ہوں گے۔ بے جان اور مردوں کے متعلق ایسا یقین رکھنا معاشرے میں احمق بنانے کے لئے بہر حال کافی ہے۔ مگر قرآن جیسی ابد آثار کتاب میں خدا نے موت کے بعد حیات کا بڑا عجیب فلسفہ بیان کیا کہ صرف یہ خیال کر لینا کافی نہیں ہے کہ شہید راہ خدا زندہ ہیں بلکہ ان کی زندگی اس لئے بھی مدلل ہے کہ وہ اپنے خدا کی جانب سے رزق بھی پاتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر شہداء کی حیات بعد از موت کو مزید وسعت دی۔ یہاں شدت پیدا کرتے ہوئے تمام انسانوں کو یوں مخاطب کیا کہ اللہ کی راہ میں مرنے والوں کو مردہ نہ کہو وہ تو زندہ جاوید ہیں۔ ولاتقولوالمن یُقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء۔ چونکہ تم مادی ذہن رکھ کر پرکھنے کی کوشش کر رہے ہو اس لئے تمہیں ان کی زندگی کا واقعی شعور وادراک نہیں ہے۔ ولکن لاتشعرون۔(سورۂ بقرہ ۱۵۴پ۱)

ان تمام باتوں سے ہٹ کر بھی دین اسلام میں بہت سے ایسے شواہد موجود ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں ''حیات بعد از موت'' کا عقیدہ مسلم ہے، چاہے وہ ''برزخ'' کی زندگی سے کیوں نہ مربوط ہو، لیکن تعجب تو ان بعض بے خبر ''وہابیوں'' پر ہوتا ہے جو پیغمبر اسلام کی ذات تک کے لئے بھی حیات بعد از موت کے قائل نہیں، یعنی انہیں بھی مردہ تسلیم کرتے ہیں اور آپ کو وسیلہ نہ ماننے کے لئے ان کی ایک دلیل یہی ہے کہ مردوں کو وسیلہ نہیں بنانا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ تو مر چکے ہیں اور مردے کوئی بھی کام نہیں کر سکتے ——— حالانکہ اس باطل عقیدے کی تردید خود انھیں کے دوسرے گروہ کے عقیدے سے ہوتی

ہے جس میں یہ بات صراحت سے بیان کردی گئی ہے کہ وفات کے بعد آنحضورؐ کی ایک طرح سے برزخی زندگی ہے۔ یہ زندگی حیات شہدا سے بھی بڑھ کر ہے جس کے بارے میں قرآن نے تصریح کردی ہے حتی کہ وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ آنحضورؐ ان لوگوں کے سلام کو بھی سنتے ہیں جو آپ پر بھیجتے ہیں۔——— الہدایہ رسالہ دوم ص ۴۱

شیعہ اور سنی کتابوں میں اس بارے میں بہت سی روایتیں موجود ہیں جو اس بات کی صراحت کرتی ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ اطہارؑ ان لوگوں کے سلام سنتے ہیں جو دور یا نزدیک سے آپ پر سلام بھیجتے ہیں اور آپ حضرات سلام کا جواب بھی دیتے ہیں جس سے حیات بعد از موت کی واضح ترین نشاندہی ہوتی ہے ——— جنگ بدر کے بارے میں صحیح بخاری میں ایک حدیث میں یوں مرقوم ہے'

کفار کی شکست اور جنگ کے خاتمے کے بعد رسول اللہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ اس کنوئیں کے پائیں پہونچے جہاں مشرکین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں، آپ نے انھیں نام لیکر پکارا اور فرمایا کیا بہترین تھا کہ تم خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے؟ جو وعدہ ہم سے خدا نے کیا تھا۔ اسے تو ہم نے پالیا کیا تم نے بھی اپنے پروردگار کے وعدہ کو پالیا ہے۔ اس موقع پر جب حضرت عمر نے کہا۔ یا رسول اللہ آپ ایسے جسموں سے ہم کلام ہیں۔ جن میں روح نہیں ہے تو آنحضرت نے فرمایا، **والّذی نفس محمد بیده ماانتم باسمع لمااقوال منهم** ۔اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے جو کچھ میں کہہ رہاہوں تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے۔ "صحیح بخاری ج ۵ ص ۹۷ باب قتل ابوجہل"

ان باتوں کی مزید وضاحت حضرت علی کی حدیث سے بھی ہوتی ہے چنانچہ نہج البلاغہ میں موجود ہے کہ مولائے متقیان جنگ صفین سے لوٹ رہے تھے۔ واپسی پر کوفہ کے قبرستان سے گذرے، یہ قبرستان شہر سے باہر تھا۔ آپ نے قبروں کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے وحشت کے گھروں، اے خالی مکانوں، اور تاریک قبروں میں رہنے والو! ، اے خاک نشینو!، اے

مسافرو!، اے تنہائیوں میں رہنے والوں اور اے اہل وحشت! ——یا اهل الديار والموحشه والمحال المغفره والقبور والمظلمه يا اهل التبته يا اهل الغربه يا اهل الوحده يا اهل الوحشه. تم اس راستے پر ہم سے پہلے چلے گئے ہو ہم بھی آملیں گے، اگر تم دنیا کی خبر پوچھتے ہو تو وہ یہ ہے کہ تمہارے گھروں میں دوسرے آبسے ہیں تمہاری بیویاں اوروں سے بیاہی گئی ہیں۔ اور تمہارے مال تقسیم ہوگئے ہیں۔ یہ تو ہمارے یہاں کی خبر ہے اب کہو تمہارے یہاں کی کیا خبر ہے؟ انتم لفافرط سابق ونحن لكم تبع لاحق ، اما الدور فقد سكنت، واما الازواج فقد نكوت، واما الا موال فقد قسمت هذا خبر ما عندنا فما خبرما عندكم.؟

پھر آپ اپنے اصحاب کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اگر انھیں بات کرنے کی اجازت ملے تو یقیناً تمہیں بتائیں کہ اس سفر کے لئے بہترین زاد راہ تقویٰ ہے ۔ثم القفت الى اصحابه فقال امالو اذن لهم فى الكلام لاخبر وكم ان خير الذاد التقوىٰ ——نہج البلاغہ حکم ۱۳۰

ایسا نہیں ہے کہ ان تمام باتوں کو مجاز اور کنایہ پر محمول کیا جائے گا بلکہ یہ تمام باتیں اس حقیقت کی خبر دیتی ہیں کہ موت کے بعد ایک برزخی زندگی ہے اور اس دور میں بھی انسان ادراک رکھتا ہے نیز اگر مردوں کو بات کرنے کی اجازت دی جائے تو وہ بات بھی کریں ——— اس کے علاوہ بھی ائمہ اطہار نے مختلف مقامات پر "حیات بعد از موت" کی وضاحت کی ہے۔ اس صراحت ووضاحت کے بعد بھی اگر کوئی ہٹ دھرمی کرتے ہوئے انکار کرے تو اسے تعصب اور ضد کا نتیجہ تو قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس سے حق وحقانیت میں تبدیلی نہیں آسکتی۔

حاصل بحث ——:

ہر شخص موت سے بہت زیادہ قریب ہے۔ قدم قدم پر موت وحیات کا دھڑکا لگا رہتا ہے کسی کو حیات کے بعد موت کا یقین ہوجاتا ہے۔ اور کوئی موت کو یقین سمجھتے ہوئے بھی اس

سے دور بہت دور بھاگنے کی سعی لاحاصل کرتا ہے مگر ظاہر ہے موت آئے گی اور آرہی ہے کتنے ہی لوگ ہر روز موت کی آغوش میں سو رہے ہیں۔ راہ فرار اختیار کرنے سے کسی کی موت نہیں ٹل سکتی تو پھر کیوں نہ زندگی کو اس کے واقعی مفہوم میں ڈھالا جائے جس میں اسلام کا منشا پنہاں ہو اور عقلمندی کا عین تقاضا بھی یہی ہے کہ تمام مقاصد و جہات کو پیش نظر رکھ کر زندگی گذاری جائے نیز قدم قدم پر موت کا یقین رکھتے ہوئے اپنی حیات کو مثالی بنایا جائے۔

مولائے متقیان نے زندگی کے جہات کے متعلق ایک فقرے میں تمام عالم بشریت کو لمحۂ فکر یہ دیا ہے کہ لوگوں سے اس طریقہ سے ملو کہ مرجاؤ تو تم پر روئیں اور اگر زندہ رہو تو تمہارے مشتاق زیارت ہوں۔ خالطوالناس مخالطةً ان فتم معها بكو اعللم وان عشتم حنوا اليكم ——— نہج البلاغہ حکم ۔۹

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ لوگوں کے ساتھ نرمی وخوش مزاجی کا برتاؤ کرے تاکہ اس کی طرف لوگ دست تعاون بڑھائیں اس کی عزت وتوقیر کریں اور موت کے بعد اس کی یاد میں آنسو بہائیں۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ اس کی حیات ہی میں بری طرح شاکی ہوجائیں۔ بلکہ زندگی میں یہی کوشش ہونی چاہئے کہ اس کی ذات سے دوسروں کو گزند نہ پہونچے تاکہ اسے دوسروں کی ہمدردی حاصل ہو اور مرنے کے بعد بھی اچھے لفظوں سے یاد کریں۔

بہرحال زندگی اور موت کا فلسفہ سمجھنے کیلئے اسلامی نظریات اولیت رکھتے ہیں۔ جو موت کے بعد بھی انسانوں کو زندگی کا سبق دیتے ہیں جس کا سب سے اچھا ذریعہ یہ ہے کہ آل محمد کی حیات کو اپنی حیات کا نمونہ اور ان کی موت کا انداز اپنی موت کیلئے اسوۂ بنائے تاکہ زندگی اور موت کا اصل مفہوم کھل کر سامنے آسکے۔

❁❁❁❁